سربراہِ حکومت کا اسلامی تصوّر

مولانا ریاض الحسن نوری
مشیر وفاقی شرعی عدالت

باسمہ سبحانہ:

حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ سیّد القوم خادمہم یعنی قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا والی ان کا غلام ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ خود ہلکا پھلکا کھانا کھاتے تھے اور عوام کو عمدہ کھانا کھلاتے تھے۔ لباس بھی خود موٹا جھوٹا پہنتے اور عوام کو اچھا پہناتے (ابن جوزی: تاریخ عمر بن خطاب: ۷۱، ۷۷ طبع مطبعۃ السعادۃ)

حضرت عمرؓ مدینہ کی بڑھیا کے گھر رات کو جاکر اس کے گھر کی صفائی اور کام کاج پانی بھرنے کا کر دیا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو یہ ڈیوٹی انہوں نے اپنے ذمے لی۔
(سیوطی: تاریخ الخلفاء: ۸۰ مطبوعہ مصر)

حضرت عمرؓ کو جب پتہ چلا کہ ایک غریب عورت کے بچہ پیدا ہونے والا ہے تو آپ اپنی بیوی کو وہاں لے کر گئے اور انہوں نے دائی کی ڈیوٹی سرانجام دی۔ ایک غریب کے بچے بھوکے تھے حضرت عمرؓ خود آٹا لے کر گئے۔ آگ خود جلائی اور روٹی پکا کر کھلائی وغیرہ وغیرہ بہت سے واقعات ہیں۔ (ابن جوزی: عمر بن خطاب: ۸۳)

سخت گرمی میں آپؓ صدقہ کے اونٹوں کی مالش کر رہے تھے۔ اتنے میں احنف بن قیس اہل عراق کا وفد لے کر آئے۔ فورًا ان سے کہا کہ کپڑے اتارو اور اونٹوں میں یتیموں بیواؤں اور مسکینوں کا حق ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ کام تو صدقے کے غلام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ آپ ان کو حکم کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے اور احنف سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کا والی بنا وہ گویا انکا غلام بن گیا (محولہ بالا: ۷۱)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو بیماری میں معالج نے شہد تجویز کیا۔ آپ نے مسجد میں جاکر

عوام سے بیت المال سے تھوڑا سا شہد لینے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دی تو پھر آپ نے شہد بطور دوا کے استعمال کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام پر فوجیں بھیج رہے ہیں۔ خالد و امیر معاویہ سے باز پرس ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ ہے پاؤں میں پھٹی جوتیاں ہیں۔ پھر اس حالت میں یا تو کاندھے پر مشک لیے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنا ہے۔ یا مسجد کے گوشے میں فرش خاک پر لیٹے ہیں۔ اس لیے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے۔ (الفاروق : ۲۷۳)

مسلمانوں نے ایران، روم و شام فتح کیے لیکن کوئی مسلمان گورنر۔ کسریٰ یا کسی دوسرے بادشاہ کے محل میں قیام پذیر نہیں ہوا بلکہ کچے مکانوں میں رہائش اختیار کی۔ گورنروں کو دربان رکھنے کی اجازت نہ تھی اور نہ گھر کے ساتھ ڈیوڑھی بنانے کی اجازت تھی کہ عوام کو آنے جانے میں رکاوٹ نہ ہو۔ حضرت سعدؓ جو کوفہ کے گورنر تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ان کا مکان بازار میں تھا۔ شور کی وجہ سے انہوں نے گھر میں دروازہ یا ڈیوڑھی بنا دی تاکہ بند کرکے شور سے بچا جا سکے حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر اس کے دروازے کو جلوا دیا۔ کہ اس دروازے سے لوگوں کو ملنے میں رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے ایک شاعر کو ہزار سکّے انعام میں دے دیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ انعام بیت المال سے دیا تو خیانت ہے اور اپنی جیب سے دیا تو اسراف ہے۔ دونوں صورتیں غلط ہیں ان کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا۔ حالانکہ زبان رسالت سے ان کو "سیف اللہ" کا خطاب مل چکا تھا۔ حضرت عمرؓ عاملوں کو تنخواہ اچھی دیتے تھے کو رشوت و خیانت سے محفوظ رہیں مگر ان کو سادہ زندگی گذارنے پر مجبور کرتے تھے۔ تعیناتی کے وقت ان سے عہد لیا جاتا کہ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے۔ باریک کپڑا نہیں پہنیں گے۔ قیمتی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گے۔ کسی گورنر کی شکایت ملتی تو آدھا مال ضبط کر لیتے۔

(دیکھئے۔ طبری۔ الفاروق وغیرہ)

عمرو بن العاص گورنر و فاتح مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم نوجوان کو اس لیے

کوڑے مارے کہ وہ دوڑ میں ان سے آگے نکل گیا اور ان کو شرمندگی ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے باپ بیٹے دونوں کو مدینہ طلب کیا اور غیر مسلم کو حکم دیا کہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارو اور اپنا بدلہ لو۔ جب وہ قصاص جی بھر کرے چکا تو کہا کہ گورنر مصر کے گنجے سر پر بھی کوڑے مارو۔ لیکن غیر مسلم نے کہا کہ ان کا کوئی قصور نہیں۔ ان کو کیوں ماروں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو ان کو بھی کوڑا مارتا تو ہم میں سے کوئی تم کو نہ روکتا۔ اسکے بعد گورنر مصر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام سمجھ لیا ہے۔ انکی ماؤں نے تو انکو آزاد جنا تھا۔ جواب میں حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھے اس واقعہ کا علم نہیں تھا اور نہ یہ شخص میرے پاس آیا (محمد شہر ارسلان: القضاء والقضاۃ: ۱۸۵)

حضرت عمرو بن العاص گورنر مصر کا طریقہ تھا کہ جب وہ اپنی بیٹھک میں بیٹھتے تو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ ایک صحابی جن کا نام غرفہؓ تھا انہوں نے ان سے کہا کہ ہمارے سامنے تکیہ لگا کر نہ بیٹھا کرو۔ آئندہ اگر تم ہمارے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے تو میں حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع بھیج دوں گا۔ لیکن گورنر صاحب نے اس بات پر توجہ نہ کی اور تکیہ لگا کر بیٹھے۔ حضرت غرفہ نے خلیفہ کو شکایت لکھ بھیجی۔ وہاں سے حکم نامہ آگیا کہ لوگوں کی موجودگی میں تکیہ لگا کر مت بیٹھو۔ ہاں جب اپنے گھر کے اندر جاؤ تو جیسے چاہے بیٹھو۔ (ابن حجر: المطالب العالیۃ: ۲: ۲۱۷)

حضرت امیر معاویہ گورنر شام مدینہ آئے تو شاندار کپڑے پہنے ہوئے کہ عجم کا طریقہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھتے ہی کوڑے برسانے شروع کر دیے اور وہ کہنے لگے۔ امیر المومنین کس لیے۔ امیر المومنین کس لیے؟ آپ مارتے رہے۔ جواب نہ دیا۔ (ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابۃ: ۳: ۱۴۸ طبع مصر ۱۹۳۹)

ابراہیم نخعی کے بقول حضرت عمرؓ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص عورتوں کے ساتھ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اسے درہ مارا۔ وہ بولا کہ اگر میں نے جائز کام کیا تو آپ نے مجھ پر ظلم کیا۔ اگر غلط کیا تو آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی، آپ نے پوچھا کہ کیا تو میرے ہدایات دینے کے موقع پر موجود نہ تھا۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے درہ ڈال دیا اور کہا کہ اپنا قصاص لے لو۔ اس نے کہا کہ آج نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر معاف کر دو۔ اس نے کہا کہ نہیں معاف کرتا۔ اگلے روز ملاقات ہوئی

تو اس نے دیکھا کہ خلیفہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ نے میری بات کا بہت اثر لیا۔ خلیفہ رضؓ نے کہا کہ ہاں! اس پر اس نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کیا۔

(الماوردی: احکام السلطانیہ: ۲۴۹)

خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے وفات سے پہلے اپنے کو عوام کے سامنے قصاص کے لیے پیش کیا تھا۔ اس وجہ سے شاہ مراد نے قاضی کے سامنے اپنا ہاتھ قصاص میں کٹوانے کے لیے پیش کیا۔ بقول ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کو ایک لڑکے نے قاضی کے فیصلہ کے مطابق قصاص میں اکیس چھڑیاں ماریں حتیٰ کہ اس کی کلاہ بھی گر پڑی۔ بعض وزراء کے منہ سے اگر غصہ میں کسی کے لیے گدھے کا لفظ نکل گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے بھی قصاص میں تم گدھا کہو۔ عبدالملک جیسے خلیفہ کے دور میں بھی رشوت لینا ممکن نہ تھا۔ (البیان والتبیین: ۳: ۲۳۰)

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بننے کے بعد بھی محلہ کی لڑکیوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ سودا لادیا کرتے تھے۔ مجاہدین کی بیویوں کا خط لکھ دیا کرتے تھے۔ ابومسلم خولانیؒ جب امیر معاویہؓ کے ہاں گئے تو ان کو "السلام علیکم اے ملازم" کہہ کر سلام کیا۔ (تفسیر المنار: ۵: ۲۱۵)

خلیفہ مامون نے رات کو خود صراحی لاکر اپنے ہاتھ سے قاضی کو پانی پلایا۔ رات کو خادم سو جاتے تو خلیفہ خود اٹھ کر چراغ درست کرتا تھا۔ (المامون: ۱۲۳)

ہارون نے نابینا عالم کے ہاتھ خود دھلوائے۔ خلیفہ معتصم نے خود ایک بوڑھے لکڑہارے کے گرے ہوئے گدھے کو اٹھا کر کھڑا کیا اور لکڑیاں لادنے میں مدد دی۔ گدھا کیچڑ میں پھسل گیا تھا۔ خلیفہ کے کپڑے بھی خراب ہو گئے۔ اس کو ہزار اشرفی بھی دی۔ ایک اچھوت عورت کا بچہ مست ہاتھی کے سامنے آگیا۔ عوام سب ڈر کر چھپ گئے تھے۔ بابر بادشاہ نے بالکونی سے چھلانگ لگائی اور بچے کو اٹھا کر بھاگ کر اس کی جان بچائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مرتے وقت وصیت کی کہ جتنی تنخواہ میں نے آج تک لی ہے وہ سب میرے ترکے میں سے بیت المال میں واپس جمع کرادی جائے۔

حضرت عمرؓ مقروض فوت ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے کبھی تنخواہ نہ لی۔ ناصر الدین محمود۔ اورنگزیب۔ نورالدین زنگی وغیرہ نے کبھی بیت المال سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ سلطان

صلاح الدین سنت کی پیروی میں قلعہ کی دیوار کے لیے خود اینٹیں ڈھو ڈھو کر لاتا ۔ جب فوت ہوئے تو ترکے میں کفن کے پیسے بھی نہ نکلے ۔ قرض لے کر کفن خریدا گیا ۔

(شہاب الدین : الروضتین : ۲۱۳ طبع بیروت)

حضرت عمرؓ سے لے کر ہارون رشید ۔ جہانگیر اور اورنگ زیب تک اکثر سربراہ مملکت راتوں کو بھیس بدل کر گشت کرتے اور عوام کی مدد کرتے ۔ جہانگیر تک نے سال میں کچھ ماہ فقیرانہ خوراک کے لیے مقرر کر رکھے تھے جب وہ صرف باجرہ کی کھچڑی کھاتا ۔ حاکم کو بیماری میں بھی میں بھی چھٹی نہیں ملتی اور عوام کی خدمت کرنی پڑتی ہے ۔ وہ ایک مقام پر گیا تو وہاں کے متعلق تزک میں لکھتا ہے کہ چونکہ اس شہر کے لوگ نہایت عاجز اور کمزور دل ہیں تو اس احتیاط کی بنا پر کہ اہل لشکر میں سے کوئی ان پر زیادتی نہ کرے اور یہ فریاد کے لیے مجھ تک نہ پہنچ سکیں میں ہر روز باوجود شدید گرمی کے ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد جھروکے میں آبیٹھتا ہوں جس کا رخ دریا کی طرف ہے اور جس تک پہنچنے میں کوئی در و دیوار اور نقیب و چوبدار حائل اور مانع نہیں ۔ یہاں بیٹھ کر ظلم وستم کے مطابق سزا دیتا ہوں ۔ حتیٰ کہ انتہائی ضعف اور شدید تکلیف اور بے چینی میں مبتلا ہونے کے باوجود ہر روز اس جھروکے میں دو تین گھنٹے کے لیے بیٹھتا اور آرام و راحت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا ۔ میری عادت ہے کہ شب و روز میں دو تین گھنٹوں سے زیادہ نہیں سوتا ۔ اس کے دو فائدے ہیں ۔ ایک تو پورے ملک کے حالات سے آگاہی رہتی دوسرے خدا کی یاد سے قلبی بیداری حاصل ہوتی ہے ۔ آدمی کو ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے ۔ (تزک جہانگیری اردو : ۲ : ۱۹/ ۲۰)

جہانگیر ضرورت کے وقت مقدمات کی تحقیقات خود کرتا تھا ۔ الیگزینڈر ڈاؤ لکھتا ہے کہ جہانگیر اپنے انصاف اور انسانیت پروری پر فخر کرتا تھا ۔ وہ اکثر شام کو محل سے غائب ہو جاتا اور غیر معروف ہوٹلوں وسراؤں میں غربا کے ساتھ کھانے پینے میں چند گھنٹے گذارتا اور ان سے گپ شپ کرتا ۔ اس کا کوئی دشمن نہ تھا اس لیے اسے اپنی جان کا کوئی فکر نہ تھا ۔ اس طرح سے اس کو معاملات کا ذاتی طور پر فسٹ ہینڈ علم ہو جاتا ۔ عوام اس کی آزادانہ گفتگو کو پسند کرتے تھے اور عوام پر اس کے بھروسہ میں آنچ نہ آنے دیتے اور اس سے وحشت

لہجے میں کبھی بات نہ کرتے۔ راتوں کو عوام میں گھومنے پھرنے کا طریقہ عباسی خلفاء نے شروع کیا تھا اور اسے دہلی کے سلطانوں اور مغل بادشاہوں نے جاری رکھا۔ (ڈاور: ۳: ۱۰۲ بحوالہ جسٹس بشیر احمد جج سپریم کورٹ برطانیہ، جوڈیشل سسٹم آف مغل ایمپائر: ۹۴، ۹۵ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۷۸)

رات کو گشت کے بانی دراصل حضرت عمرؓ تھے اور خلفائے بنی امیہ نے بھی اس طریق کو جاری رکھا اس میں شک نہیں کہ بنی امیہ کے دور میں بعض سیاسی مظالم ہوئے لیکن عوام کے ساتھ عدل و انصاف جاری رہا۔ مثلاً ولید کے زمانے میں ترقی کے علاوہ رفاہ عام کے اتنے کام ہوئے اور رعایا کی راحت و آسائش کے اتنے سامان مہیا کئے گئے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ اس کی نظیر نہیں ملتی بلکہ ولید کے بعض کارنامے اس دور سے بھی بڑھ گئے۔ مثلاً تمام راستوں پر کنویں کھدوائے مہمان خانے۔ شفا خانے بنوائے۔ تمام اپاہجوں اور اندھوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کئے۔ ان کے وظیفے بھی مقرر کئے۔ یہ وہ کارنامہ ہے کہ جو کوئی جدید حکومت بھی آج تک نہیں انجام دے سکی۔ ولید خود بازار جا کر قیمتیں کم کراتا، رمضان میں تمام مسجدوں میں روزہ داروں کے کھانے کا انتظام کرتا وغیرہ وغیرہ۔
(شاہ معین الدین ندوی: تاریخ اسلام حصہ دوئم بنی امیہ: ۱۷۵، ۱۷۶ مطبوعہ اعظم گڑھ)

ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے کسی کو نا ملائم الفاظ کہے۔ اس نے کہا خلیفہ ہو کر تم کو ایسے الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ہشام سخت شرمندہ ہوا اور بولا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے کہا کہ میں بھی تمہارے جیسا کمینہ بن جاؤں۔ ہشام نے کہا کہ مالی معاوضہ لے لو۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ آخر راہ خدا معاف کیا (محولہ بالا: ۲۸۸)

سلطان صلاح الدّین نے ایک مرتبہ کہا کہ یہ مت خیال کرو کہ میں نے تلوار کے ذریعے ملک پر قبضہ کیا ہے بلکہ میرا قبضہ فاضل قاضی کے عدل سے قائم ہے۔ (القضاء والقضاۃ: ۱۸۷)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ مغل فوج بنیادی طور پر کمزور تھی اور حکومت فوج کی وجہ سے قائم نہ رہ سکتی تھی۔ ان کی حکومت کا قیام اچھی حکومت اور قیام عدل و انصاف اور محبت سے عوام کا دل جیتنے کی وجہ سے تھا۔ (اشتیاق حسین قریشی: ایڈمنسٹریشن آف دی مغل ایمپائر: ۲۵۵)

ڈاکٹر صاحب نے سلطان بلبن کے ایک کتبہ کا ذکر کیا ہے جو سنسکرت اور ہندی زبان میں ہے۔ اس میں ہے کہ بلبن کے دور میں امن و امان ہے۔ سب اتنے خوشحال و بے فکر ہیں کہ وشنو دیوتا دنیا کی طرف سے بے فکر ہو کر دودھ کے سمندر پر جاکر سو گیا ہے۔ (اشتیاق حسین: دی ایڈمنسٹریشن آف سلٹینیٹ آف دہلی : ۲۸۸)

مغلوں کے دور میں چوری کا مال برآمد نہ ہوتا تو افسر ہرجانہ دیتا تھا۔ (حوالہ سابقہ: ۱۵۲ جوڈیشیل سسٹم آف دی مغل ایمپائر: ۷۱ x صفحہ ۵۶ اپر ہے کہ ہرجانہ گورنر سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔)

ڈاکٹر ایشوری پرشاد ٹوپا لکھتے ہیں کہ انسانی خدمت اور فلاح کا جو تخیل حضرت محمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا تھا۔ فیروز شاہ نے اسے عملی جامہ پہنایا ... اس کے عہد میں عدل و انصاف کی حکومت تھی۔ اعلیٰ و ادنیٰ ہر طبقہ کے لوگ مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگے۔ چیزوں کی فراوانی تھی اور وہ سستے داموں ملتی تھیں۔ اس لیے عام رعایا قانع اور دولت مند ہوگئی۔ فیروز شاہ کا یہ کارنامہ پیغمبر اسلام کے ان قوانین کی بدولت تھا جو اس نے اپنی ریاست اور بادشاہت کے لیے اختیار کیے تھے۔ (ایشوری پرشاد: پولی ٹکس ان پری مغل ٹائمز بحوالہ صباح الدین: ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک: ۲۶۴ و ۲۶۷ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۸۱)۔

ایم۔ این۔ رائے جو ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۸ء تک روس میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کے ممبر رہے اور فرانس و چین میں محنت کشوں کی تحریک میں کام کرتے رہے۔ وہ مورخ گبن کے اسلامی انقلاب کے متعلق تعریفی کلمات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہر پیغمبر اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزے پیش کرتا ہے۔ اس اصول کے مطابق پیغمبر اسلام تمام پیغمبروں سے کہیں بڑے پیغمبر ثابت ہوتے ہیں۔ اسلام کی توسیع تمام معجزوں سے عظیم ترین معجزہ ہے۔... اس سے اقتصادی خوشحالی اور روحانی ترقی کا دور شروع ہوا.. جس نے آخر تمام مذاہب اور عقیدوں کی قبر کھود دی۔ ... فتوحات کا دور مختصر تھا۔ اس کے بعد مسلمان تجارت اور صنعت کی طرف مائل ہو گئے اور ادب و سائنس میں شہرت حاصل کرنے لگے (صفحہ ۱۸)

پیغمبر اسلام جنگجو لوگوں کے پیغمبر نہ تھے بلکہ عرب تاجروں کے پیغمبر تھے ۔ اسلام کا مطلب ہے امن قائم کرنا (صفحہ ۲۵) (ایم این رائے : ہسٹاریکل رول آف اسلام : ۵ تا ۲۵ مطبوعہ سندہ ساگر اکیڈمی)

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ مٹھی بھر جنگجو مسلمان اعلیٰ تہذیب اور غیر مذہب کی حامل وسیع آبادیوں پر بغیر کسی خاص مشکل کے اس وجہ سے حکومت کرتے رہے کہ ان میں تعصب نہیں تھا ۔ (برٹرینڈ رسل : اے ہسٹری آف دی ویسٹرن فلاسفی : ۴۲۱ ۔ اے کلرین بک نیویارک ۱۹۶۷) ۔

نظام رحمۃ للعالمین میں غیر مسلموں سے انصاف اور ان پر رحم کی بارش

مصر میں جامع مسجد تنگ ہوگئی تو ساتھ کا غیر مسلم بڑھیا کا مکان لیے بغیر توسیع ممکن نہ تھی اور بڑھیا مکان نہ بیچتی تھی ۔ عمرو بن العاص نے مجبوراً اس کا مکان گرا کر مسجد کی توسیع کر لی اور کئی گنا قیمت بڑھیا کو پیش کر دی لیکن بڑھیا نے حضرت عمرؓ کو شکایت کر دی اور پھر گورنر کو مسجد گرا کر بڑھیا کا مکان حسب سابق تعمیر کر کے بڑھیا کو دینا پڑا ۔ (مصطفیٰ السباعی: من روائع حضارتنا : ۷۹ مطبوعہ بیروت)

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو سمرقند کے لوگوں کا وفد آیا کہ مسلمانوں نے ہمیں تیاری کا وقت دیئے بغیر ہم پر حملہ کر کے ہمارے شہر کو فتح کر لیا ہے ۔ خلیفہ نے اس کے لیے قاضی مقرر کیا اور قاضی نے فیصلہ دیا کہ واقعی مسلمانوں کی غلطی ہے کہ کفار کو تیاری کا موقع نہیں دیا گیا اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ شہر کو فوراً خالی کر دیں ۔ یہ فیصلہ سن کر سمرقند کے لوگ حیران رہ گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے انصاف پسند لوگوں کی حکومت ان کے لیے بہتر ہے اور وہ اسلامی فوج کے رہنے پر رضامند ہو گئے (محولہ بالا : ۹۸)

امام طحاوی لکھتے ہیں کہ اگر حربی کافر اپنے بچوں کو ڈھال بنا لیں کہ مسلمانوں کے لیے تیر اندازی بغیر بچوں کو مارے ممکن نہ ہو تو تیر اندازی حرام ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح قلعہ پر مسلمانوں کے لیے تیر اندازی حرام ہے اگر بچوں عورتوں کی جانوں کے ضائع ہو جانے

کا خطرہ ہو۔ (طحاوی: شرح معانی الآثار: ۳ : ۲۲۲) مطبوعہ مصر۔
(پس ثابت ہوا کہ ایٹم بم کی امین کوئی قوم ہو سکتی ہے تو وہ مسلمان ہیں ۔) اس کے برعکس اگر حربی کافر مسلمان بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تو اس صورت میں مسلمان جہاد بند نہیں کریں گے کیونکہ مجبوری کی حالت میں ان کا شہید ہو جانا قابل برداشت بات ہوگی کیونکہ قرآن میں آچکا ہے کہ خدا نے مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔
(سعید رمضان البوطی: ضوابط المصلحۃ: ۲۳۱ طبع دمشق)
اقبال کی مشہور نظم میں بھی یہی ہے کہ جب لشکری یا شا قلعہ میں محصور ہوگیا تو فوجی حکم یہ بنایا گیا کہ سب شہریوں کا راشن فوج کے قبضہ میں لے لیا جائے۔ لیکن فقیہ شہر یہ سن کر غصہ میں آگیا اور فتویٰ دے دیا کہ ذمی کا مال لشکر مسلم پہ حرام ہے، اس کے بعد یہود و نصاریٰ کا مال فوج نہ چھوتی تھی اور فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہوگیا۔
جنگ بدر کے کافر قیدیوں کو مسلمان گیہوں کی روٹیاں کھلاتے تھے جو مدینہ میں نایاب تھا اور خود سوکھی کھجوریں اور پانی پہ گذارہ کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد: ۶ : ۸۶)
سورہ حشر آیت نمبر ۹ میں ان مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے جو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود ان پر کتنی ہی تنگ دستی کیوں نہ ہو۔ قائد اعظم نے اپنی ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر میں جب غیر مسلموں کے ساتھ برابری اور اچھے سلوک کا ذکر کیا تھا تو ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ یہ بات ہمارے رسول علیہ الصلاۃ والسّلام کی سنت ہے اور تیرہ سو سال سے ہماری تاریخی روایت ہے۔ پس یوں آپ نے شریعت اسلامی کا آغاز ان تقاریر سے کر دیا تھا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کو وہ شخص سب سے پیارا ہے جو اس کی مخلوق یعنی کنبہ سے زیادہ اچھا سلوک کریگا۔ مخلوق میں جانور بھی شامل ہوتے ہیں (رواہ ابو داؤد۔ دیکھیے مشکوٰۃ باب الصلح)
دوسری حدیث یہ ہے کہ خدا کے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ابن عمرؓ کے ہاں بکری ذبح ہوئی تو پوچھا کہ ہمارے یہودی پڑوسی کو اس میں سے ہدیہ بھیجا یا نہیں۔ (التاج: ۵: ۱۵)
تارا چند لکھتا ہے کہ مسلمان حکمران اپنی ہندو رعایا سے عدل و انصاف برتتے تھے اور ہندوؤں کے لیے یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف یقینی طور پہ مقدمات میں بھی عدل و

انصاف حاصل کر سکیں ۔شیر شاہ نے ہندوؤں کے لیے بھی سرائیں تعمیر کرائیں۔ (تارا چند : اے شارٹ ہسٹری آف دی انڈین پیپلز : ۲۰۳، ۲۱۷ مطبوعہ میکملن کمپنی کلکتہ ۔ لندن ۱۹۳۴ء)

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ قدیم زمانے میں لوگ اپنے کو شیطان کو بیچ دیتے تھے تاکہ جادو کی طاقت حاصل کر سکیں ۔ آج یہ طاقت سائنس سے حاصل کر کے لوگ شیطان بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ (برٹرینڈ رسل : پاور : ۲۴ مطبوعہ ان ون بکس)

پس آج جتنی ضرورت نظام رحمۃ للعالمین ؐ کی ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی ۔جہانگیر اپنے باپ اکبر کے متعلق لکھتا ہے کہ اپنے کو کمترین مخلوق سمجھتے تھے خدا کی یاد سے غافل نہ رہتے تھے۔ رات کو ایک یا ڈیڑھ پہر سے زیادہ نہ سوتے تھے۔ سال میں صرف تین ماہ گوشت کھاتے باقی نو ماہ درویشانہ غذاؤں پر قناعت کرتے (تزک جہانگیری مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور صفحات ۸۶ ، ۹۴) اس کی وجہ خوف خدا نہیں تو اور کیا تھا۔

اسلام میں وی۔آئی۔پی کون ہوتے ہیں

حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے واقعات سے ثابت ہوگیا کہ اسلامی نظام میں وزراء اور گورنر وی۔آئی۔پی نہیں ہوتے ۔بلکہ جو ضعیف مسکین ۔غریب لاچار فریادی ہو وہ۔ وی۔آئی۔پی ہوتا ہے۔

بقول سلیمان ندوی قرآن میں سورہ 'ص' میں جو حضرت داؤد علیہ السّلام کا قصّہ ہے ۔جس پر وہ مدتوں تک روتے رہے ۔ وہ غلطی یہ تھی کہ آپ نے عام فریادیوں کو وقت دینا کم کر دیا اور عبادت خانے کا دروازہ بند کر کے عبادت میں زیادہ وقت صرف کرنے لگے ۔اس پر تنبیہ کی گئی ۔ ترمذی و حاکم میں آیا ہے کہ جو حاکم حاجت مندوں سے اپنا دروازہ بند کرلیتا ہے تو خدا بھی اسکی ضرورت کے وقت آسمان کا دروازہ بند کرے گا۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سرداران قریش کو تبلیغ کر رہے تھے۔اس وقت ایک نابینا صحابی آپ کے پاس آئے ۔ ان کا اس وقت مخل ہونا جناب اقدسؐ کو ناگوار گذرا فوراً سورہ عبس نازل ہوئی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو عتاب کیا گیا ۔اس کے بعد جب

یہ صحابی تشریف لاتے تو آپ ان کے لیے چادر بچھاتے کہ وہ اس پر تشریف رکھیں دو مرتبہ مدینہ سے باہر جاتے ہوئے ان کو اپنا قائم مقام بنا کر گئے ۔

سورہ حجر کی آیت ۸۸ میں حضور علیہ الصلاۃ والسّلام کو کہا گیا ہے کہ ان چیزوں کی طرف مت دیکھئے جو ہم نے نعمتیں برتنے کے لیے دشمنانِ خدا کو چند روزہ زندگی میں دی ہیں ۔ مزید ان دولت مند لیڈروں کے ایمان نہ لانے پر بھی غم نہ کھائیں بلکہ اپنے بازو (ضعیف اور فقیر) مومنوں کے لیے جھکائیں جو آپ کے ساتھ ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں مومنین سے مراد ضعیف ۔ کمزور اور فقیر مومن ہیں ۔ سیاق وسباق کے یہی مناسب ہے۔

احادیث سے بھی مسکین اور نیک مومنوں کا وی۔ آئی۔ پی ہونا ثابت ہوتا ہے ذیل میں مجمع الفوائد سے احادیث درج ہیں ۔

حدیث : ۹۵۹۳ ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ جو لوگ عام طور سے داخل ہو رہے تھے وہ مسکین تھے اور بڑے لوگ باہر روک لیے گئے تھے ۔ (بخاری مسلم مجمع الفوائد: ۲ : ۷۷۴) ۔

حدیث : ۹۵۹۴ ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس امت کی مدد ضعیف امتیوں کے طفیل کرتا ہے ۔ یعنی ضعیفوں کی دعاؤں ۔ ان کی نماز اور ان کے اخلاص کے طفیل ۔ (رواہ بخاری ۔ نسائی محولہ بالا)

حدیث : ۹۵۹۵ ۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام کے سامنے سے ایک شخص گذرا ۔ اسے دیکھ کر آپؐ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے ۔ وہ بولا کہ یہ شخص تمام لوگوں کی نسبت زیادہ عزت والا ہے ۔ اگر یہ کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اس کا درجہ یہ ہے کہ فوراً قبول ہو جائے ۔ کسی کی سفارش کرے تو وہ بھی فوراً قبول کر لی جائے ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام خاموش رہے ۔ اس کے بعد دوسرا شخص گذرا ۔ پھر جناب اقدسؐ نے اس کے متعلق پوچھا کہ اس کی بابت کیا کہتے ہو ۔ وہ بولا کہ یہ تو مسلمان غریبوں میں سے ایک شخص ہے ۔

اگر نکاح کا پیغام دے تو قبول نہ کیا جائے۔ اگر کسی کی سفارش کرے تو رد کر دی جائے۔ اگر یہ کوئی بات کرے تو کوئی اس کی بات بھی سننا گوارہ نہ کرے۔ جناب اقدس ؐ نے فرمایا کہ یہ دوسرا شخص پہلے سے اتنا زیادہ بہتر ہے اور اچھائی میں اتنا بڑا ہے۔ کہ اس کی بڑائی اور بہتری اس ہماری پوری زمین کو ڈھانپ لے۔

(محولہ بالا حدیث نمبر ۹۵۹۵)

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ سازمیں

حدیث: ۹۵۹۶ - حضور علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ سر بالوں والے جنکو کوئی اپنے دروازہ پر بھی کھڑا نہ ہونے دے۔ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم پوری کر دے۔ (رواہ مسلم محولہ بالا)

احتساب کا حق

اس بات میں تو دو رائیں ہو سکتی ہیں کہ کیا سمگلروں۔ چوروں۔ بے ایمانوں۔ رشوت خوروں۔ راستوں پر تجاوزات قائم کر کے عوام کا راستہ تنگ کرنے والوں اور فضول خرچی کرنے والوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ احتساب کا حق ہر شخص کو حاصل ہے چاہے کہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ یاد رہے کہ ایک حدیث ہے کہ جب فاسق کی مدح کی جاتی رہے تو خدا کو غصّہ آتا ہے (المطالب العالیہ ۳:۲) لیکن ایک فاسق بھی حضرت عمرؓ جیسے عادل حکمران کا احتساب کر سکتا ہے۔ ایک رات حضرت عمرؓ نے ایک مکان سے کسی مرد کے گانے کی آواز سنی۔ آپ دیوار پر چڑھ گئے۔ دیکھا کہ عورت اور شراب موجود ہے۔ آپ نے اس کو لعن طعن کیا۔ اس نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے۔ میں نے ایک نافرمانی کی ہے۔ آپ نے تین۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تجسّس نہ کرو۔ آپ نے تجسّس کیا۔ خدا کا حکم ہے کہ گھروں کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔ آپ دیوار پھاند کر آئے۔ خدا کا فرمان ہے کہ گھروں میں اجازت اور سلام کے بغیر مت

داخل ہوا کر و اور آپ بلا اجازت داخل ہوئے ۔ آپ نے توبہ کی شرط لے کر اس کو چھوڑ دیا ۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اگر حاکم خود زنا دیکھے تو کیا مجرم پر مقدمہ قائم کر سکتا ہے ۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ایک گواہ کافی نہیں کم از کم چار ہونے چاہئیں ۔

(شرح احیاء العلوم : ۶ : ۲۶۸)

اسلامی نظام میں ماتحت اپنے حاکموں بلکہ سربراہ مملکت کا بھی احتساب کر سکتے ہیں۔ اکبر اعظم سالگرہ کے موقع پر زعفرانی لباس پہن کر محل سرا سے باہر آیا تو صدر الصدور شیخ عبدالنبی نے سر دربار عصا اٹھا کر اس سختی سے ٹوکا کہ عصا کا سرا بادشاہ کے سر کو جا لگا ۔

(محمد اسحٰق بھٹی ؛ فقہائے ہند : جلد ۴ حصہ اول : ۱۷ مطبوعہ کلب روڈ لاہور)

ہسپانیہ کے حکمران عبدالرحمٰن ثانی نے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ تیس ہزار دینار ایک مغنی کو دیے جائیں ۔ خزانچی نے بادشاہ کو رقعہ یہ لکھ کر لوٹا دیا کہ عوام کے خزانے سے گویوں کو اتنی بڑی رقم نہیں دی جا سکتی ۔ اس پر بادشاہ نے خزانچی کا شکریہ ادا کیا ۔

ایک مرتبہ اس نے خزانچی کو لکھا کہ میری ملکہ طروب کو ایک لاکھ دینار دیے جائیں۔ اس پر خزانچی نے بڑا سخت جملہ لکھا کہ یہ خزانہ عوام کا ہے ۔ بادشاہ کی باندیوں کو اس سے خوش نہیں کیا جا سکتا ۔ طروب پہلے باندی ضرور تھی مگر اب ملکہ بن چکی تھی لیکن بادشاہ نے جرح قبول کر لی اور خزانچی کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پھر کبھی ایسا رقعہ نہ لکھا ۔ (رشید اختر ندوی ؛ مسلمان حکمران : ۱۴۷ ، ۱۴۸ بحوالہ افتتاح اندلس : ۶۸)

سلطان اتابک نے محتسب مقرر کیا تو انہوں نے فوراً سلطان سے کہا سونے کی انگوٹھی اتار دو کہ سونا مرد کے لیے حرام ہے اور اپنی ریشمی گدی پر سے بھی اٹھ جاؤ کہ ریشم بھی مرد پر حرام ہے ۔ سلطان نے فوراً تعمیل کی ۔

سپین کے حکمران نے جب سونے چاندی کی مدد سے محل بنایا تو قاضی سعید بن المنذر نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے امید نہ تھی شیطان آپ پر غالب آ کر آپ کو کفار کے مقام تک گرا دے گا ۔ قرآن میں خدا فرماتا ہے کہ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھر اور فرنیچر سونے چاندی کے بنوا دیتے ۔ یہ حیات چند روزہ ہے۔

یہ سن کر بادشاہ رونے لگا تو بہ استغفار کی اور گنبد توڑنے کا حکم دیا اور محل کی ہیت تبدیل کر کے مٹی کا پلاستر کرنے کا حکم دیا۔ (تلمسانی: نفح الطیب ۲: ۱۰۹ مطبوعہ بیروت)
قرآن اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے۔ اسلام میں تو وضو میں اعضاء کو تین بار سے زیادہ دھونے کو بھی پانی کا اسراف کہا گیا ہے۔ دولت مندوں کو فضول خرچی اور کبوتر بازی وغیرہ وغیرہ اسراف سے روکنے کے لیے حجر کا قانون موجود ہے۔ جس کو لاگو کر کے دولت مندوں کی دولت قاضی کے کنٹرول میں دیدی جاتی ہے اور مالک کو یوں فضول خرچی سے روک دیا جاتا ہے۔ نوائے وقت ۱۴ر جنوری ۱۹۸۴ء کے مطابق کراچی میں ڈاگ شو ہوا۔ ماہر کو لندن سے بلایا گیا۔ کتوں کو ٹافیاں کھلائی گئیں۔ ان کتوں پر ہر ماہ ہزارہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اسلامی قوانین کی رو سے ایسے کتوں کے مالکان پر حجر لگانا چاہیے۔ ان ہی وجوہات کی وجہ سے شیطان اسلامی نظام سے ڈرتا ہے اور بقول اقبال کہتا ہے۔ ؎

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات

اسلامی نظام میں عام آدمی بڑے اختیارات کا مالک ہوتا ہے

۱۔ اسلامی نظام میں عین میدان جنگ میں ہر مسلمان مرد۔ عورت حتیٰ کہ مسلمان غلام بھی یہ اختیار رکھتا ہے کہ دشمن کے کسی شخص یا قلعہ کو بھی بغیر کمانڈر سے مشورہ کیئے امان دیدے (سرخسی: شرح السیر الکبیر ۲: ۵۲۱ تا ۵۸۶)
۲۔ جو زمین آبادی سے فاصلہ پر ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو ہر مسلمان اس کو آباد کر کے یا کو ٹھا ڈال کر مالک بن سکتا ہے حکومت کی اجازت کی ضرورت نہیں۔
(ابن حزم: المحلی ۸: ۲۳۲)
۳۔ اگر کمانڈر یا حاکم قرآن وسنت کے احکام پر عمل نہ کرے تو مسلمان جب چاہیں ایسے حاکم کو بدل سکتے ہیں (ابوداؤد حدیث ۲۶۲۷) (اقبال کے مضامین و تقاریر ۲: ۱۱۳)

۴ ۔ اسلامی حکومت میں حاکم خدائی قانون کا سب سے پہلا خادم ہوتا ہے ۔ باقی ہر مسلمان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ نفاذ قانون کے لیے کوشش کرے ۔ یہی احتساب ہے اسی وجہ سے اسلامی نظام میں مسلمان کو محکوم ہونے کا احساس نہیں ہوتا ۔

غریب امیر ہر مسلمان سخی ہوتا ہے

عبداللہ بن جعفرؓ نے دیکھا کہ باغ میں ایک کالا غلام بیٹھا ہے جس نے اپنی تینوں روٹیاں پردیسی کتے کو کھلا دیں اور خود بھوکا رہا ۔ آپ نے باغ خرید کر اس غلام کو بخش دیا اور اس کو بھی خرید کر آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ غلام مجھ سے زیادہ سخی ہے ۔ (قصص العرب: ۱: ۲۲۳) بعض لوگوں نے تین سخیوں کا امتحان لیا ۔ پہلا شخص حضرت عبداللہ کے پاس گیا اور کہا کہ مسافر ہوں ۔ زاد راہ ختم ہے ۔ آپ نے اونٹ جس پر سوار تھے اس کو دیا ۔ اس کے ساتھ چار ہزار دینار کی تھیلی تھی اور حفاظت کے لیے حضرت علیؓ کی تلوار بھی بخش دی ۔ دوسرا شخص قیس بن سعد کے پاس گیا ۔ وہ سو رہے تھے ۔ ان کی نوکرانی نے ان کو اٹھائے بغیر سات سو دینار کی تھیلی اور اونٹ اور خدمت کے لیے ایک غلام دے دیا ۔ قیس جب بیدار ہوئے تو خوشی میں لونڈی کو آزاد کر دیا ۔ تیسرا شخص عرابۃ الاوسی کے پاس گیا ۔ وہ آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے دو غلاموں کے سہارے نماز پڑھنے مسجد جا رہے تھے اس نے جاکر کہا کہ مسافر ہوں زاد راہ ختم ہو چکا ہے ۔ یہ سن کر عرابۃ نے غلاموں کا سہارا چھوڑ کر ہاتھ ملنا شروع کر دیے اور افسوس کرنے لگے کہ حقوق نے عرابۃ کے پاس مال نہیں چھوڑا ۔ پھر بولے یہ غلام لے لو ۔ وہ شخص بولا کہ میں ان کو نہیں لے سکتا یہ آپ کا سہارا ہیں ۔ وہ بولے کہ نہیں لوگے تو یہ آزاد ہوں گے اس کے بعد وہ دیوار پکڑ کر گھر کی طرف لوٹ گئے ۔ (قصص العرب)

قیس بن سعد بیمار ہوئے تو احباب قرض دار تھے ۔ اس شرم سے نہیں آئے ۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ سب کا قرضہ معاف ہے ۔ پھر لوگ اس کثرت سے آئے کہ ان کی سیڑھی ٹوٹ گئی بعض تاجر جب کسی شہر میں داخل ہوتے تو ان کی طرف سے مسجد کے تمام نمازیوں کو

بلاتفریق ایک جوڑا لباس اور ایک جوتی کا جوڑا دیا جاتا۔ (احیاء العلوم اردو: ۳: ۲۸۲، ۲۸۳)

بعض بزرگ مثلاً امام حسنؓ کچھ عرصہ بعد اپنی آدھی دولت خیرات کر دیا کرتے تھے ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار درہم بھیجے۔ آپ نے سارے تقسیم کر دیے۔ شام کو افطاری کے وقت خادمہ نے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھ دیا اور کہا کہ آپ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہمارے افطار کے لیے ایک درہم کا گوشت منگا دیتیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم پہلے کہتیں تو ایسا ہی کرتی۔ (محولہ بالا صفحہ ۲۷۸)

حضرت عبداللہ بن مبارک کے والد غلام تھے۔ ان کے مالک نے باغ کی نگرانی ان کے سپرد کر رکھی تھی۔ لیکن انہوں نے باغ کا انار کبھی نہیں چکھا تھا کیونکہ مالک نے خاص طور سے انار کھانے کی اجازت دینے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی تھی کیونکہ باغ کے نگران تو پھل کھاتے ہی ہیں۔ مالک کو ایک موقع پر پتہ چلا کہ انہوں نے کبھی انار چکھا تک نہیں۔ یہ بات سن کر مالک کو ان کی دیانت داری سے بہت تعجب ہوا ایک مرتبہ ان سے مشورہ کیا کہ بیٹی کی شادی کس سے کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ عہد جاہلیت میں لوگ حسب ونسب کو تلاش کرتے تھے۔ یہودیوں کو مال کی جستجو ہوتی ہے۔ عیسائی حسن وجمال کو ترجیح دیتے ہیں لیکن مسلمان کے نزدیک معیار دین وتقویٰ ہے۔ مالک کو ان کا جواب بہت پسند آیا اور بیٹی کا ان سے نکاح کر دیا۔ (ابن خلکان: شذرات الذہب: ۱: ۲۹۶)

اسلامی نظام کے قیام سے جو تہذیب اور کلچر پیدا ہوتا ہے وہ ہم نے بیان کر دیا۔ یاد رہے کہ اسلام میں غریب وضعیف، جرم کرے تو اس کی سزا کم ہوتی ہے۔ بڑوں کو سزا زیادہ ملتی ہے۔ قرآن میں موجود ہے کہ زنا اور تہمت کے جرم میں غلام کو سزا آزاد سے نصف دی جائے۔ ایک مرتبہ ایک دولت مند کے غلاموں نے کسی کا اونٹ چرا کر کھا لیا حضرت عمرؓ نے پہلے تو ان غلاموں کے ہاتھ کاٹنے کا سوچا مگر پھر غلاموں کے مالک سے کہا کہ تم ان کو پوری خوراک نہ دیتے ہو اور غلاموں کے مالک سے اونٹ کی دوگنی قیمت وصول کر کے اونٹ کے مالک کو دی۔ غریب بچے نے امیر بچے کا کان کاٹ لیا۔ غریب بچے سے قصاص اس لیے نہیں لیا گیا کہ وہ نابالغ تھا اور دیت اس لیے نہ لی کہ غریب تھا۔
(التاج: ۳: ۱۲)

اتاج الجامع للاصول میں ہے کہ اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ غریب مجرم کو کوڑے ہلکے مارے جائیں گے اور امیر مجرم کو زور سے مارے جائیں گے ۔ دہلی کے سلاطین اگر قاضی شراب پیتا تو اسے موت کی سزا دیتے۔ مغلوں کے دور میں اگر قاضی رشوت لیتا تو اسے قتل کر دیا جاتا ۔ سلطان ترکی نے بھی اپنے داماد کو رشوت لینے پر موت کی سزا دی قرآن میں ازواج مطہرات کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر تم غلطی کرو گی تو تم کو دوسروں سے دوگنی سزا ملے گی ۔ (الاحزاب : ۳۰)

سندھ پر حملہ ایک مظلوم عورت کی فریاد پر ہوا اور سپین پر ایک مظلوم عیسائی لڑکی کی فریاد اور اس کے باپ کی دعوت پر ہوا ۔ خلیفہ معتصم کے علم میں جب ایک عورت کی فریاد لائی گئی جو رومیوں کے ہاں قید تھی تو اس نے فوراً فوج روانہ کر دی ۔ پھر اپنی جائیداد کے متعلق تین حصے کرنے کی وصیت کی ۔ ایک حصّہ راہ خدا ۔ ایک حصّہ خدمت گاروں کا اور بقایا تیسرا حصّہ اولاد کو دیا جائے ۔ اس کے بعد خود جا کر حملہ آور ہوا اور اس عورت کو رہائی دلائی۔

(ابن اثیر بحوالہ معین الدین : خلافت عباسیہ : ۱ : ۲۰۰)

جب سے برطانیہ کی سیکولر پارلیمنٹ نے یہ قانون بنایا ہے کہ دوزخ کا منکر بھی عیسائی تسلیم کیا جائے گا لوگوں کے دلوں سے آخرت کا ایمان ۔ دوزخ کا خوف اور جنت کی تمنا ختم یا کمزور ہو گئی ہے ۔ نتیجہ میں تمام دنیا میں دن بدن جرائم میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ مزید لواطت اور قحبہ گری کو جرائم کی فہرست سے خارج کرنے سے مزید اضافہ ہو رہا ہے ۔ امریکہ کے آئین میں یہ درج کرنے سے کہ مجرم کو بولنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور وہ خاموش رہ سکتا ہے مجرموں کو مزید شہ مل گئی اور جرائم میں بے تحاشہ اضافہ ہونے لگا ۔ دہشت گردی کی بڑی وجہ خوف خدا کا کم یا ختم ہو جانا ہے جس کی اوّل وجہ دوزخ کا انکار ہے کہ خدا ظالم نہیں وہ مجرموں کو نہ اس دنیا میں سخت سزا دینے کا حکم دے سکتا ہے اور نہ آخرت میں دوزخ میں جلا سکتا ہے ۔ یہ فلسفہ دہشت گردی کو عام کرنے کی بنیاد ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب میں معصوم لوگوں کو خوامخواہ تجربہ یا ہنسی کھیل کے طور پر قتل کرنا عام ہوتا جا رہا ہے اور بچوں و لڑکیوں کو اذیت دے کر ان کی آوازیں بھی ٹیپ کی جاتی ہیں تاکہ انکی

آہ وفغاں کو بعد میں سن کر لطف اندوز ہوا جا سکے ۔ (سٹیفن بارے ہکیس سلیوری: ۱۰۳، ۱۹۵ مطبوعہ کارنٹ بکس لندن ۱۹۷۵ء) ۔

پس جتنی آج دنیا کو نظام رحمۃ للعالمین ؐ اور انسان کو انسان کا بھائی بنانے کی ضرورت ہے ۔ اس سے پہلے کبھی نہ تھی ۔ اسی وجہ سے ایم ۔ این ۔ اے جیسے کمیونسٹ بھی اسلامی انقلاب کو معجزہ قرار دینے اور اسلام کو امن کا گہوارہ ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں ۔ برناڈ شاہ کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اگر آج حضور علیہ الصلاۃ والسلام جیسی شخصیت کو رہنما تسلیم کر لیا جائے تو دنیا جنت نشان بن سکتی ہے اور تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ اس کے برعکس شیطان ڈر کر یوں کہہ رہا ہے :

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں